بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نظرات

آج کل ملک میں نفاذ اسلام کا جو عمل جاری ہے اس کے تاریخی پس منظر پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نفاذ اسلام کا یہ عمل زیادہ تر اس عظیم الشان جدوجہد کا نتیجہ ہے جو برصغیر ہندو پاک کے علماء کرام اسلام کی اشاعت و تبلیغ اور احیاء و نفاذ کے لئے کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ جدوجہد مختلف ادوار اور مقامات میں مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے۔ کبھی بشکل وعظ و تبلیغ، کبھی بشکل تعلیم اور کبھی بشکل جہاد۔ خود تحریک پاکستان میں جس کا مقصد نفاذ اسلام کے لئے مسلمانوں کے ایک علیحدہ ملک کا قیام تھا علماء نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ آج الحمدللہ اس مختلف النوع جدوجہد کے نتائج ظاہر ہو رہے ہیں اور پاکستان میں حکومت کی طرف سے نفاذ اسلام کی کوشش جاری ہے۔ اس کوشش میں علماء کرام بھی حصہ لے رہے ہیں۔

اس سلسلے میں علماء کرام اور حکومت کے لئے فرقہ پرستی کا مسئلہ توجہ طلب ہے۔ بعض متشدد فرقہ پرست لوگوں کی طرف سے اپنے سے مختلف انداز فکر یا مختلف مسلک رکھنے والے لوگوں کے ساتھ متعصبانہ رویہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف و افتراق اور نفاذ و اشاعت اسلام

کے راستے میں رکاوٹ کا سبب بن رہا ہے۔ مسجد مسلمانوں کا مرکز اجتماع اور اتحاد کا ذریعہ ہے۔ جہاں بلاامتیاز رنگ ونسل، حیثیت ومنصب تمام مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ مسجد کے اسی مقام کو علامہ اقبال نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ ع

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز

مگر افسوس یہ ہے کہ اب اکثر مسجدوں میں اس قسم کا رویہ اختیار کیا جا رہا ہے جس سے کہ مسلمانوں میں اختلاف وافتراق پیدا ہو۔ اگر اس وقت اس صورت حال کا تدارک نہ کیا گیا تو نہ معلوم یہ مسئلہ کتنی بھیانک صورت اختیار کرلے۔

اسلامی عقائد تو سب کے نزدیک طے شدہ اور مسلم ہیں اسی طرح ارکان اسلام میں بھی کسی کو اختلاف نہیں۔ البتہ ان مسائل میں جن میں کہ قرآن وسنت میں واضح احکام نہیں ملتے اجتہاد کے ذریعے قرآن وسنت کی روشنی میں مسائل حل کرنے میں کبھی کبھی آراء مختلف ہو جاتی ہیں۔ یہ اختلاف آراء صحابہ کرام میں بھی موجود تھا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی پیدا ہوا۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا مفہوم یہ تھا کہ جو اپنی سی کوشش کرے اور صحیح نتیجے پر پہنچ جائے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جس سے صحیح مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہو جائے اس کے لئے ایک اجر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جس نے نیک نیتی کے ساتھ اپنے علم کے مطابق قرآن وسنت سے مسائل معلوم کرنے کی کوشش کرلی تو اس کے بعد وہ جس نتیجے پر بھی پہنچے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو اس پرخلوص کوشش کا اجر ملے گا اور غلط نتیجے پر پہنچنے کا اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ تو جب اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی عظیم خوشخبری سنادی تو پھر اختلاف رائے پر اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں پر برہم ہونا، ان پر طعن وطنز اور بہتان طرازی کرنا، ان کی عیب جوئی کرنا حتیٰ کہ ان پر بے دھڑک کفر کے فتوے

تک لگا دینا کہاں تک مناسب اور جائز ہے؟

بہت سے مسائل میں اختلاف رائے نہ صرف صحابۂ کرام بلکہ ائمۂ مجتہدین اور علماء امت میں بھی ہمیشہ سے چلا آرہا ہے مگر اس اختلاف کو کسی نے بھی ذاتی بغض و عناد اور مسلمانوں میں فساد و خلفشار کا ذریعہ نہیں بننے دیا۔ اور ایک دوسرے کا احترام ملحوظ رکھا مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے فقہی مسالک میں اچھا خاصہ اختلاف تھا مگر امام ابوحنیفہؒ کے لئے امام شافعیؒ کی عقیدت اور عزت و احترام کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے نعمان (ابوحنیفہ) کا بار بار ذکر کرو کیونکہ ان کا ذکر مشک کی مانند ہے کہ وہ جتنی دفعہ بھی آئے گا خوشبو ہی مہکے گی۔

یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بعض لوگ اختلاف رائے و مسلک کو ذاتی بغض و عناد اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں اور مسلکوں کی بنیاد پر مختلف موقعوں پر نمائندگی طلب کی جاتی ہے حتیٰ کہ ماضی میں الیکشن کے موقعہ پر بھی بعض جگہ مسلک کو ووٹ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا اور اگر موجودہ صورت حال کو فروغ پانے دیا گیا تو خطرہ ہے کہ آئندہ مسلک کو سیاست اور الیکشن میں استعمال کیا جائے گا جو کہ مسلمانوں کے لئے ایک سنگین بلکہ تباہ کن بات ہے۔

جو لوگ اپنے مسلک کے پرچار میں اتنے متشدد ہیں وہ چار طرح کے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اسلام سے گہرا لگاؤ رکھتے ہیں اور جس چیز کو وہ اسلام سمجھتے ہیں اس کے خلاف کوئی اور رائے سننا گوارا نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ جو مسائل قرآن و سنت میں وضاحت کے ساتھ موجود نہیں ہیں ان کے بارے میں کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو رائے قائم کی

ہے وہی صحیح ہے، دوسرے یہ کہ اسلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لگاؤ تھا اس سے زیادہ کسی اور کو نہیں ہو سکتا مگر آپ نے تو کبھی ان کفار کو بھی برا بھلا نہیں کہا جو نعوذ باللہ آپ کو ساحر اور مجنون وغیرہ تک کہتے تھے آپ کی جان کے دشمن تھے اور آپ کو طرح طرح سے اذیت پہنچاتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ ان کفار کی ہدایت کی دعا ہی فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں سے اس قدر ہمدردی تھی کہ آپ کو ان کے راہ راست پر نہ آنے سے شدید رنج ہوتا تھا اور آپ طرح طرح سے ان کو اسلام کے راستے پر لانے کی سعی فرماتے تھے، آپ کفار سے نہ تو انتقام لیتے تھے اور نہ ان کو بُرا بھلا کہتے تھے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کفار کے لئے یہ ہمدردانہ رویہ تھا اور ہم لوگ مسلمانوں کے ساتھ بھی تشدد آمیز طرز عمل اختیار کریں تو یہ سنت نبوی کا کہاں تک اتباع ہوا۔

ان متشددین میں بعض لوگ عالم دین نہیں ہوتے۔ قصے کہانیوں کی چند کتابیں پڑھ کر واعظ بن جاتے ہیں۔ وہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے دلچسپ اور غیر مستند قصے سناتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے جذباتی باتیں کرتے ہیں اور انہیں دوسروں کے خلاف اکساتے ہیں۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان سے متاثر رہیں اور ان کے اخراجات کی کفالت کرتے رہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں لکھا ہے کہ صحابۂ کرامؓ ایسے بے سند قصے بیان کرنے والے واعظوں کو مسجدوں سے نکال دیا کرتے تھے۔ بعض متشددین کچھ نہ کچھ علم دین رکھتے ہیں مگر لوگوں کا مرکز توجہ بننے کے لئے دوسرے مسلک کے لوگوں خصوصاً علماء کو اسلام کا مخالف ثابت کرتے ہیں اور ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔

بعض لوگ صرف اپنے آپ کو ہی اسلام کا عالم سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ اسلام سے صرف ان کے ذریعے واقف ہوں اور انہیں کے ذریعے اسلام کی باتیں سیکھ کر ان پر عمل پیرا ہوں۔

چنانچہ یہ لوگ اپنا پورا زور بیان اس بات پر صرف کردیتے ہیں کہ لوگ صرف انہیں کو عالم سمجھیں۔ ایسے لوگوں کو کسی مخصوص مسلک سے دلچسپی نہیں ہوتی بلکہ صرف اپنی ذات یا اپنے گروہ سے دلچسپی ہوتی ہے۔ یہ لوگ دوسروں کے علم کو ناقص بتاکر ان کو جاہل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ان سب گروہوں میں پہلے گروہ کی نیت اگرچہ ٹھیک ہوتی ہے مگر طرزِ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوتا ہے جبکہ باقی گروہوں کی نہ نیت درست ہوتی ہے اور نہ طرزِ عمل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مومن کو گالی دینا فسق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کرے وہ فاسق ہے۔ اس ارشاد گرامی کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ جو لوگ عام مجلسوں میں دوسرے مسلمانوں پر لعن طعن کریں، ان کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کریں ان کو برے القاب سے نوازیں ان کی غیبت اور ان پر بہتان طرازی کریں، بد دیانتی سے ان کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کریں اور اس طرح مسلمانوں میں اتحاد کو فروغ دینے کی بجائے ان میں اختلاف و انتشار پیدا کریں تو ان کا مقام کیا ہو سکتا ہے۔ تو جو شخص دوسروں کے خلاف تشدد آمیز الفاظ استعمال کرتا ہے وہ بیک وقت کئی جرائم مثلاً بد کلامی، دروغ گوئی، بد دیانتی، بہتان طرازی غیبت اور فساد و انتشار وغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

بعض لوگ مسلک کے بارے میں اتنے زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں کہ انہیں دوسروں کے مسلک معلوم کرنے کا فکر رہتا ہے۔ ایسے ہی ایک صاحب نے ہم سے سوال کیا کہ آپ دیوبندی ہیں یا بریلوی۔ ہم نے ان صاحب سے کہا کہ اگر آپ چند امور ملحوظ رکھ لیتے تو شاید اس سوال کی

ضرورت نہ ہوتی۔ ایک تو یہ کہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل اسلام کا نام مسلمان رکھا تھا کسی مسلک سے منسوب کرکے ان کا کوئی نام نہیں رکھا تھا۔ دوسرے یہ کہ دیوبند کا مدرسہ ہو یا بریلوی مکتب فکر حالیہ دور کے ہیں تو برصغیر ہند و پاک میں جو لوگ ان سے پہلے تھے کیا وہ مسلمان نہیں تھے؟ تیسرے یہ کہ آج دنیا میں جو لوگ دیوبند اور بریلی کے نام سے بھی واقف نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہیں؟ اور آخری بات یہ ہے کہ آپ کے سوال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان صرف دو مسلکوں میں محدود ہیں جبکہ مسلک اور بھی ہیں۔

مسلک پرستی بعض جگہ اس افسوسناک حد تک بڑھ گئی ہے کہ لوگوں نے اپنی اپنی مسجدیں الگ الگ بنا لی ہیں اور لوگ ان مسجدوں میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنے اسی طرح جاتے ہیں جیسا کہ مختلف مذہبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنی اپنی عبادت گاہوں مثلاً گرجا، مندر یا صومعے وغیرہ میں جاتے ہیں۔ بعض لوگ یہاں تک متشدد ہوتے ہیں کہ اگر دوسرے مسلک کے لوگ ان کی مسجدوں میں آجائیں تو وہ انہیں نکال دیتے ہیں اور مسجدیں دھلواتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسجد میں کفار کے داخل ہونے پر بھی مسجد کو نہیں دھلوایا اور یہ لوگ مسجدوں میں مسلمانوں کے داخل ہونے پر مسجدوں کو دھلواتے ہیں۔ بعض لوگ دوسرے مسلک کے لوگوں کی مسجدوں پر زبردستی قبضہ کرتے ہیں۔ انتہائی بدقسمتی تو یہ ہے کہ لندن اور واشنگٹن کی مسجدوں میں مسلک کے اختلاف کی وجہ سے جھگڑے فساد تک نوبت پہنچی اور سنا گیا ہے کہ وہاں پولیس نے فسادیوں پر کتے چھوڑے اور پھر مسجدوں کو بند کر دیا۔ اس طرح غیر مسلموں کو مسلمانوں کا مذاق اڑانے کا موقعہ ملا اور اسلام سے بھی بدظن ہوئے کہ نعوذ باللہ اسلام میں کوئی بات طے شدہ اور واضح نہیں

ہے جو یہ لوگ اس قدر اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ غیر مسلموں کو یہ کیا علم کہ بعض مسلمان محض فروعی اختلافات کی بنیاد پر جھگڑا فساد کرتے ہیں۔

شدید مسلک پرستی کی وجہ سے مسلمانوں کو کئی طرح کے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مسلک کے پرچار کے اہتمام میں غیر مسلموں کے لئے اسلام کی تبلیغ کی طرف توجہ ہی نہیں رہی ہے۔ غیر مسلموں کو تبلیغ اسلام اوّل تو ہر دور میں ضروری ہے مگر اس دور میں جبکہ عیسائی مشنریاں اپنے مذہب کے پرچار میں مختلف انداز سے سرگرم ہیں تبلیغ اسلام کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔

دوسرا نقصان فرقہ پرستی اور مسلک پرستی سے یہ پہنچ رہا ہے کہ مسلمان اسلام سے بدظن ہو رہے ہیں۔ بہت سے لوگ یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ معلوم نہیں اصل اسلام کی بات ہے کونسی۔ ایک مسجد میں جاتے ہیں تو وہاں کے مولوی صاحب ایک بات کہتے ہیں دوسری مسجد میں جاتے ہیں تو وہاں کے مولوی صاحب اس سے بالکل الٹ بات بتاتے ہیں۔ بعض جگہ کئی کئی مسجدوں سے مختلف مسلک کے لوگ بیک وقت ایک دوسرے کے خلاف تقریر کرتے ہیں تو لوگوں کو اور بھی الجھن ہوتی ہے۔ ایسی صورت حال میں لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ یہ حضرات اسلام سے ناواقف ہیں۔ اس طرح لوگ علماء سے بدظن ہوتے ہیں پھر جو لوگ اسلام نیا نیا قبول کرتے ہیں وہ اس اختلاف کی وجہ سے اور زیادہ مصیبت میں پھنس جاتے ہیں اور ان کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ وہ کس بات کو اصل اسلام سمجھیں۔ اسی طرح نفاذ اسلام کے سلسلے میں بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ سب کا اسلام تو الگ الگ ہے تو پھر اسلام کس کا اور کیسے نافذ ہو گا۔ عوام کو یہ پتا تو ہوتا نہیں کہ بہت سے اختلافات فروعی نوعیت کے ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں۔

علاوہ ازیں دینی عناصر کے اختلاف سے لادینی عناصر فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کو اپنی من مانی کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ ان سب امور کی وجہ سے اسلام کی اشاعت اور اس

کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق علمار انبیار کے وارث ہوتے ہیں۔اس ارشاد کی رو سے انبیار کے اتباع میں علمار کو اسلام کی تبلیغ کرنی چاہئیے اور اسلام پر خود عمل کر کے لوگوں کے سامنے اپنا عملی نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ انبیار کے ورثار کی حیثیت سے علمار امت الحمدللہ اپنا یہ فریضہ ہر دور میں انجام دیتے رہے ہیں اور آج بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں علمار کا یہ بھی فرض ہے کہ اس شدید فرقہ پرستی اور مسلک پرستی کے مسئلے کی طرف توجہ فرمائیں اور جو لوگ اس معاملے میں تشدد آمیز اور متعصبانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں ان کو راہ راست پر لانے کی سعی فرمائیں۔ علماد کے علاوہ حکومت کے لئے بھی اس مسئلہ کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ اقامت صلوٰۃ دراصل اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفار راشدین وغیرہ کے دور میں مساجد کی تعمیر اور ائمہ کے تقرر وغیرہ کا کام حکومت کی طرف سے ہوتا تھا۔ برصغیر ہندو پاک پر انگریزوں کے تسلط کے دور میں مسجدوں کا انتظام مجبوراً خود عام مسلمان کرتے رہے۔ اب الحمدللہ پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہے۔ مسلمانوں کو اختلاف و خلفشار سے بچانے کی غرض سے حکومت کی طرف سے اس بات کی روک تھام کے لئے ایسے قانون کی تشکیل ضروری ہے جس کی رو سے کسی شخص کو مسجدوں میں کسی مسلک کے خلاف دلآزاری کی بات کرنے کی اجازت نہ ہو۔ اسی طرح ایک دوسرے کے مسلک کی مسجدوں پر زبردستی قبضہ کرنے کے خلاف بھی قانونی ممانعت ضروری ہے۔ علمار اور حکومت کی طرف سے بروقت اور مناسب اقدامات کے ذریعے ہی مسلمانوں کو فرقہ پرستی کے بھیانک اثرات و نتائج سے نجات دلانا ممکن ہو سکتا ہے اور مسلمانوں میں وحدت ملی جو توحید کا ایک اہم مظہر ہے اور جس کی عالم اسلام کو اس وقت شدید ضرورت ہے قائم ہو سکتی ہے۔

(مدیر)